© rasailojaraid.com

جناب اختر راہی

برصغیر پاک و ہند میں

انگریزوں کی پالیسی

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر و جہانگیر کے دور میں انگریزوں نے دربار میں رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ شاہجہان کے عہد میں ہوگلی کے علاقے میں ان کی آبادیاں پائی جاتی تھیں۔ انگریزوں نے مقامی لوگوں کو زبردستی انگلستان بھیجنے اور غلام بنانے کا انسانیت سوز طرزِ عمل اختیار کر لیا جس کی بنا پر شاہجہان کو ان کی گوشمالی کرنی پڑی۔ عالمگیر کے دورِ حکومت میں انگریزوں کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ ملکی معاملات میں مداخلت کریں۔

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال ہو گیا اور یک لخت وہ تمام برائیاں نمودار ہو گئیں جو عالمگیر کی اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے طفیل دبی ہوئی تھیں۔ ان برائیوں کو ختم کرنے کی صلاحیت عالمگیر کے جانشینوں میں نہ تھی چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر کے خونِ جگر کا پلا ہوا پودا مرجھا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سری نگر سے راس کماری اور کابل سے آسام تک پھیلی ہوئی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

اس طوائف الملوکی اور صوبیداروں کی باہمی سرپھٹول نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے بابوؤں کے ذہن میں اقتدار کی امنگ پیدا کر دی اور وہ ملکی سیاست میں دلچسپی لینے لگے۔ ۱۷۴۸ء میں انگریزوں نے مدراس میں قدم جمائے اور ۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی میں سراج الدولہ کو شکست دے کر میر جعفر کو صوبیدار بنا دیا۔ میر جعفر کی حیثیت "مردہ بدست زندہ" سے زیادہ نہ تھی اور بنگال کی عنانِ حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ میں تھی۔ ۱۷۹۹ء میں شاہ زمان والیٔ کابل نے پنجاب میں رنجیت سنگھ کو صوبیدار بنایا جس نے خودمختاری کا اعلان کر کے ۱۸۱۸ء میں ملتان پر حملہ کیا اور فتح کر لیا۔ جہاں نواب مظفر خاں بہادر سے لڑتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا کام آیا۔ ۱۸۱۹ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے کشمیر بھی نکل گیا اور رنجیت سنگھ کا اقتدار پشاور تک محیط ہو گیا۔ ۱۸۴۳ء میں کمپنی نے سندھ کا الحاق کر لیا۔ ۱۸۵۶ء میں واجد علی شاہ اختر کو گرفتار کر کے اودھ کی برائے نام مسلمان حکومت بھی ختم کر دی گئی۔ صرف دہلی کے شاہی قلعے میں مغلیہ حکومت کا "تاجدار" خدم وحشم کے ساتھ مقیم تھا۔ آخر ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ آزادی نے اسے بھی ختم کر دیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے صد سالہ جدوجہد کے بعد برصغیر پاک وہند میں انگلستان کا جھنڈا لہرایا۔ نومبر ۱۸۵۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے بجائے سرکار برطانیہ نے ملک کا نظم ونسق سنبھال لیا۔

انگریزوں نے جب اس ملک پر قبضہ کیا تو یہاں کئی اقوام بستی تھیں، جن میں عددی اکثریت کے لحاظ سے دو قومیں ہندو اور مسلمان زیادہ نمایاں تھیں۔ ہندو قوم میں یک جہتی اور اتحاد قطعاً نہیں تھا، کیوں کہ ہندو سوسائٹی چار ذاتوں میں منقسم تھی۔ برہمن، کھشتری، ویش اور شودر ان چاروں ذاتوں کے معاشرتی اور سماجی امتیازات نے انہیں ایک دوسرے سے —————— کاٹ دیا تھا۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ برہمن ڈاکٹر شودر مریض سے براہ راست بات تک نہ کرتا تھا بلکہ ایک پتھر یا اینٹ کو واسطہ بناتا۔ ڈاکٹر اینٹ یا پتھر کو مخاطب کر کے پوچھتا کہ اسے کیا بیماری ہے اور شودر اپنی تکالیف اینٹ کے ذریعے ڈاکٹر صاحب کو بتاتا تھا۔

حتیٰ کہ کسی شودر کو برہمن آقاؤں کی زبان میں گفتگو تک کرنے کی اجازت نہ تھی وہ اس زبان میں مذہبی کتاب وید تک نہیں پڑھ سکتے تھے بلکہ اگر ان کے کانوں میں وید کے الفاظ پڑ جاتے تو ان کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جاتا۔ ذاتوں کے اس فرق کو واضح کرنے کے لیے مفید قوانین نقل کرتا ہوں:

★ شودر کی پیدائش کی غرض برہمن کی غلامی ہے۔

★ برہمن سے ۲ فیصد اور شودر سے ۵ فیصد سود لیا جائے۔

★ برہمن کے ساتھ سخت کلامی کی سزا کھشتری پر ایک سو روپے جرمانہ ویش کو دو سو روپے جرمانہ کیا جائے گا اور شودر کو قتل کر دیا جائے گا۔

★ شودر اگر برہمن کے علاوہ کھشتری یا ویش سے سخت کلامی کرے تو اس کی زبان کاٹ دی جائے گی۔

★ برہمن اگر زنا کا ارتکاب کرے تو صرف معمولی جرمانہ اور حجامت کر دی جائے گی مگر شودر کو قتل کر دیا جائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

* اگر شودر برہمن پر تھوک دے تو اس کے دونوں ہونٹ ترشوا دیے جائیں گے۔

ہندو سوسائٹی کے مندرجہ بالا قوانین سے واضح ہے کہ انسانیت کو طبقات میں تقسیم کرنے والی قوم آپس میں متحد اور یک جسم نہیں ہو سکتی۔

ہندوؤں کی اس تفریق اور انتشار کے پیشِ نظر انگریز ان سے خائف نہ تھا۔ ثانیاً ہندوؤں نے آزادی کا کُلفت نہیں اٹھایا تھا۔ ان کی قسمت میں ابتداء ہی سے غلامی لکھی ہوئی تھی۔ کبھی آریہ ان کے آقا بنے اور کبھی مسلمان۔ اب انگریز ان کے آقا بن گئے تھے۔ ان کی غلامی میں ذرا بھر کمی نہیں تھی۔ صرف آقاؤں کی تبدیلی ہوئی تھی۔

ہندوؤں کے برعکس انگریز مسلمان قوم سے بوجوہ خائف تھا۔ اولاً اس قوم میں اتحاد اور یکجہتی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ ان میں اعلیٰ ادنیٰ کا کوئی سوال نہیں۔ سب ہی آدم کی اولاد ہیں اور ایک ہی حیثیت کے مالک ہیں۔ خدا کے حضور پہنچ کر ان میں محمود و ایاز کا کوئی فرق نہیں رہتا۔

ثانیاً مومن کبھی غلام نہیں ہو سکتا۔ غلام رہتے ہوئے اس کا دین ہی مکمل نہیں ہو سکتا۔ وہ تو آزادی کا متوالا اور شیدا ہے۔

ثالثاً مسلمانوں سے حکومت چھن گئی ہے تاہم وہ آزادی کی لذت سے آگاہ ہیں چنانچہ دوبارہ آزادی کی خاطر ٹکرائیں گے اور آخر دم تک آزادی کی کوشش کرتے رہیں گے۔

چنانچہ انگریزوں کے خدشات حرف بہ حرف درست ثابت ہوئے۔ حصول آزادی کی خاطر اہلِ ہند نے دو بار عسکری کوشش کی۔ پہلی کوشش سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ مجاہدین تھی اور دوسری کوشش ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی۔ لیکن ان دونوں تحریکوں میں ہندوؤں نے بحیثیت جماعت کوئی حصہ نہ لیا۔ بلکہ ہندوازم کے فروغ اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے۔

انگریزوں نے مسلمانوں کی نفسیات کا جائزہ لے کر اپنی پالیسی کے اصول و نکات طے کیے۔ جن میں سے چند ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱ DIVIDE AND RULE (پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو)

انگریزوں کی پالیسی کا پہلا "سنہری اصول" "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" تھا۔ ہندو اور مسلمان تو پہلے ہی مذہبی، ثقافتی، سماجی اور معاشرتی طور پر دو جداگانہ قومیں تھیں۔ اب مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختلف حربے استعمال کیے گئے اور وہ قوم جو نعرۂ جہاد پر بنیانِ مرصوص بن جاتی تھی۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے پہلا حربہ "وہابیت" استعمال کیا گیا جس کی بدولت ہندی مسلمان وہابی اور غیر وہابی دو طبقوں میں بٹ گئے۔ تحریکِ مجاہدین کے دور میں اس الزام کو ہوا دی گئی کہ سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید وہابی ہیں۔ وہابی سے مراد وہ لوگ ہیں جو محمد بن عبدالوہاب کی تحریک تجدید و احیائے اسلام میں شامل رہے۔ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں ہمارے ہاں گوناگوں غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کی پہلی وجہ متعصب غیر مسلم مستشرقین کے "علمی مقالات" ہیں۔ دوسری وجہ اس تحریک سے براہِ راست عدمِ واقفیت ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تحریک میں وہی اسپرٹ اور جذبہ کام کر رہا تھا جو امام احمدؒ بن حنبل کا مسلک ہے۔

حجاز کی تحریکِ اصلاح و احیائے دین اور ہندوستان کی تحریکِ جہاد میں ایک دوسرے سے مقاصد کی وسعت کے لحاظ سے اختلاف پایا جاتا ہے نیز دونوں تحریکوں کے لیڈروں کے تعلقات کا کوئی ثبوت مہیا نہیں ہو سکتا۔ ۱۸۶۹ء میں ولیم ولسن ہنٹر نے "ہمارے ہندوستانی مسلمان" کے نام سے ایک سروے کیا جس میں تحریکِ مجاہدین سے منسلک لوگوں کو خوب دل کھول کر گالیاں دی ہیں اور ان کی "باغیانہ" سرگرمیوں کو فاش کیا ہے۔ ہنٹر نے "وہابی" کا لفظ ان مجاہدوں کے لیے بطور گالی استعمال کیا ہے بعد ازاں یہ لفظ ایسا چلا کہ انہوں نے بھی اسے اپنا لیا۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے ع

ان کی محفل سجا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی!
ان ہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

سید احمد شہید اور ان کے رفقاء ۱۲۳۷ھ بغرضِ حج تشریف لے گئے تھے۔ جب کہ معظمہ میں "وہابیوں" کا گزر تک نہیں تھا۔ بہرحال اس حربے نے خاطر خواہ کام کیا اور مسلمان میں مذہبی افتراق و انتشار پیدا ہو گیا۔ اسی طرح فروعی مسائل پر مناظرانہ رنگ پیدا کیا گیا اور قوم کی روحِ جہاد کو ختم کیا گیا۔

امتِ مسلمہ کے اتحاد اور یک جہتی کو ختم کرنے کے لیے دوسرا حربہ "معاشی گروہ بندیوں کا اختیار کیا گیا" انگریزوں نے جن لوگوں سے فائدہ اٹھایا۔ ایک تو ان کو صلہ دینے کی خاطر جاگیریں عطا کر دیں اور ساتھ ہی انہیں قوم کی نظروں میں گرا دیا۔ یوں انگریزوں نے ٹوڈیوں کو خوش کر کے مراعات یافتہ طبقہ پیدا کر دیا جس نے خود انگریزوں سے زیادہ ان کے مفاد کی حفاظت کی اور عوام کو کچلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ کیا۔

تیسرا حربہ اہل حرفہ سے نفرت پیدا کی گئی۔ اہل حرفہ سے نفرت پروپیگنڈے کے پس پشت معاشی خود غرضی کارفرما ہے۔ ایک دور تھا جب ہندوستان کی مصنوعات اہل یورپ کے لیے تبرکات کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ہندوستانی ململ سلطنت روما کی شہزادیاں امتیازی پوشاک کے طور پر استعمال کرتی تھیں اور جدید اثری تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اہرام مصر میں حنوط شدہ لاشوں پر ڈھاکے کی ململ لپٹی ہوئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کپڑے کی صنعت میں ہندوستان کے کاریگر کس قدر کمال رکھتے تھے۔

انگریز چاہتے تھے کہ ہندوستان کے کاریگر اس پیشے سے کنارہ کشی اختیار کرلیں تاکہ برطانیہ کا کپڑا ہندوستان میں بک سکے۔ کپاس ہندوستان سے انگلستان پہنچ جائے اور وہاں سے کپڑا تیار کرکے ہندوستان میں فروخت کیا جائے۔ یوں ہندوستان کو دوہرا لوٹا جائے۔

اس مقصد کی خاطر جولاہوں کے ہاتھ کٹوائے گئے۔ انہیں مجبور کیا گیا کہ وہ اس پیشے سے باز آجائیں لیکن ہٹ کے پکے جب باز نہ آتے تو ان کے خلاف قلمی محاذ کھولا گیا۔ جولاہوں کی بیوقوفی اور ابلہی کی فرضی داستانیں تخلیق کی گئیں اور وہ ناٹکوں، ڈراموں اور قصے کہانیوں کی صورت میں عوام کے سامنے لائی گئیں چنانچہ یہ کہانیاں مقبول ہوتی گئیں اور جولاہوں نے اس پیشے کو خیرآباد کہنا شروع کردیا کیونکہ کوئی بھی تو بے وقوف کہلانا پسند نہیں کرتا۔ غرضیکہ انگریزوں کا یہ حربہ کامیاب رہا اور اس سے دو فائدے حاصل ہوگئے ایک تو انگلستان کی صنعت کی رکاوٹ دور ہوگئی۔ ثانیاً معاشرے میں تفریق بھی ہوگئی۔

جولاہوں کے علاوہ دوسرے اہل حرفہ کو بھی ذلیل اور رسوا کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ کسی قوم کی دولت وہ اہل حرفہ ہوتے ہیں جو اس کے وسائل سے کام لے کر مصنوعات تیار کرتے ہیں۔ اس وقت ہمارے ہاں افراد کو بہت زیادہ ہیں لیکن اہل فن کی کمی ہے۔ صنعتی پسماندگی کی منجملہ دیگر وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں اعلیٰ تربیت یافتہ مزدور نہیں ہیں۔ انگریزوں نے اس طبقے کو "کمین" مشہور کرایا اور یہ طبقہ کس مپرسی کی زندگی گزارتا رہا۔ اس "کمین" طبقے میں وہ مذہبی راہنما بھی ہے جو اگر یورپ میں ہو تو فادر (FATHER) اور ہمارے ہاں "کمین" "ملا" درحقیقت علماء کے وقار کو خاک میں ملانے کی یہ ایک سازش تھی۔

مسلمانوں میں جذبۂ جہاد کو سرد کرنے اور انہیں غلامی پر قانع بنانے کے لیے چوتھا حربہ "تعلیم" آزمایا گیا کسی قوم کو بنانے یا بگاڑنے کا انحصار نظام تعلیم پر ہوتا ہے۔ انگریزوں نے ایک ایسا نظام تعلیم متعارف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرایا جس نے دفتروں کے کلرک تو بہتیرے پیدا کیے لیکن اہل فکر گنے چنے ہی۔

لارڈ میکالے نے تاریخی یادداشت میں لکھا ہے:

" ہمیں ایک ایسی جماعت تیار کرنی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو۔ یہ جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی مگر مذاق ورائے اور ذہن کے اعتبار سے انگریز ہو "

سچ کہا اقبال نے ع

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے جو نرم تو جدھر چاہے تو پھیر!

— خوئے غلامی کو راسخ کرنے اور آزادی کی سپرٹ ختم کرنے میں اس نظام تعلیم نے اہم رول ادا کیا۔ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کی رہی سہی "کسر" جہاد کی تنسیخ کے اعلان کرا کر نکال دی اور مسلمانوں میں ایک اہم اختلاف پیدا کر دیا گیا۔

قرآن و حدیث دونوں یقینی ہیں!

بیان ہیں، بلکہ ابن حزم نے آیت مذکورہ میں جو لفظ "ذکر" آیا ہے اس میں قرآن و حدیث دونوں شامل مانا ہے اور کہا ہے کہ جو روایت بالاتفاق صحیح قرار دی گئی ہے اور اس کے بیان کرنے میں راویوں کو خطا سے محفوظ مانا جائے گا۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود بشر ہونے کے دین کے بیان کرنے میں خطا پر برقرار رہنے سے معصوم ہیں۔ پس محفوظ ہونے میں قرآن و حدیث میں کوئی فرق نہیں۔ پس ایسی حدیث (جس کی صحت میں اختلاف نہ ہو) سے بھی علم حاصل ہوگا نہ ظن۔

نوٹ

براہ کرام خط لکھتے وقت خریداری و ایجنسی نمبر ضرور لکھیں تاکہ تعمیل میں دقت نہ ہو۔

ناظم دفتر

© rasailojaraid.com